http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

قسط نمبر 20

ابداً ابدا

"تم پاکستان نہیں جانا چاہتے حمین؟" اُس رات سالار نے حمین کو بٹھا کر پوچھا تھا۔ امامہ نے اُسے ڈنر سے کچھ دیر پہلے اس کے انکار کے بارے میں بتایا تھا۔

"نہیں۔" حمین نے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "اور کوئی بھی جانا نہیں چاہتا۔" اُس نے مزید تبصرہ کیا۔ "میں کسی اور کی نہیں صرف تمہاری بات کر رہا ہوں۔" سالار نے اُسے ٹوک دیا، حمین سر جھکائے چند لمحے خاموش بیٹھا رہا پھر اُس نے سر اُٹھا کر باپ کو دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"وجہ؟" سالار نے اُسی انداز میں کہا۔

"بہت ساری ہیں۔" اُس نے بے حد مستحکم انداز میں باپ کو جواب دیا۔

"کسی بھی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی صرف ایک وجہ ہوتی ہے، باقی سب بہانے ہوتے ہیں اس لئے تم صرف وجہ بتاؤ بہانے نہیں۔" سالار نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے کے ذخیرۂ الفاظ کی ہوا نکالتے ہوئے کہا۔ حمین اس میٹنگ کے لئے پہلے سے تیار تھا اور وجوہات کو جمع کرنے پر بھی اچھا خاصا وقت صرف کر چکا تھا۔ باپ نے جیسے انگلی سے پکڑ کر دوبارہ زیرو پر کھڑا کر دیا تھا۔

"میں پاکستان میں adjust نہیں ہو سکتا۔" حمین نے بالآخر وہ ایک وجہ تلاش کر کے پیش کی۔ "اگر تم کانگو میں adjust ہو سکتے ہو تو پاکستان میں بھی ہو جاؤ گے... افریقہ سے زیادہ برا نہیں" سالار نے اُسی انداز میں کہا "تب میں چھوٹا تھا" حمین نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

http://Paksociety.com

"تم اب بھی چھوٹے ہی ہو۔" سالار نے بات کاٹی۔ "لیکن میں بڑا ہو رہا ہوں۔" حمین نے جیسے اعتراض کیا "اُس میں کافی time لگے گا... تمہارے لئے کم از کم پچیس سال۔" سالار نے بے حد سنجیدگی سے اُسے tease کیا وہ باپ کو دیکھ کر رہ گیا۔

"I am serious Baba" اُس نے سالار کی بات سے محظوظ ہوئے بغیر کہا "میں پاکستان نہیں جانا چاہتا۔ It's not a good idea for Mummy either" وہ کسی بڑے کی طرح باپ کے فیصلے پر تبصرہ کر رہا تھا۔

سالار خاموشی سے اُس کی بات سُن رہا تھا۔

"مجھے یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے۔۔ میں وہاں holidays پر جا سکتا ہوں ہمیشہ کے لئے نہیں۔" وہ بالکل امریکی انداز میں بے حد صاف گوئی سے باپ کو بتا رہا تھا کہ وہ کیا کر سکتا تھا اور کیا نہیں۔

"چند سالوں کی بات ہے حمین اُس کے بعد تم بھی اس قابل ہو جاؤ گے کہ امریکہ میں واپس آ کر کہیں بھی پڑھ سکو۔" سالار نے اُس کی بات کے جواب میں کہا، وہ گیارہ سال کا بچّہ باپ کو بے حد مدلّل دلائل دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چند سال سے بہت فرق پڑتا ہے۔ ایک سال سے بھی بہت فرق پڑتا ہے۔" اُس نے سالار کی بات کے جواب میں کہا۔

"تو تم یہ قربانی نہیں دو گے؟" سالار نے اس بار بات بدلی۔ "جبریل بھی تو دے سکتا ہے قربانی... آپ بھی تو دے سکتے ہیں... میں ہی کیوں؟" اُس نے جواباً اُسی انداز میں کہا۔

دنیا کے بڑے بڑے اداروں کے برابر ہو کے ان کے سامنے بیٹھ کر اُن سے financial deals کرنا اور بات تھی... اُن کے سوالات اور اعتراضات کے انبار کو سمیٹنا آسان کام تھا... اپنے گیارہ سال کے بیٹے کو اس بات پر قائل کرنا زیادہ مشکل تھا کہ وہ وہ قربانی کیوں دے جو اُس کا بھائی نہیں دے رہا تھا... اُس کا باپ بھی نہیں دے رہا تھا... پھر وہ کیوں؟

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

اور اس کیوں کا جواب فارمولوں اور equations میں نہیں ملتا تھا، صرف اُن اخلاقی اقدار میں ملتا تھا جن سے اُس نے اپنی اولاد کی تربیت کی تھی لیکن اس کے باوجود اُس کی اولاد اُس سے یہ سوال کر رہی تھی۔

"تم جانتے ہو تمہارے دادا کو الزائمر ہے، وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور انہیں ضرورت ہے کہ کوئی ان کے پاس ہو... تم سے انہیں زیادہ محبت ہے اس لئے میں چاہتا تھا تم اُن کے پاس رہو۔" سالار نے جیسے وہ جواب ڈھونڈنا شروع کیے جن سے وہ اسے سمجھا پاتا۔

"ویسے بھی جب تمہاری ممی، عنایہ اور رئیسہ کے ساتھ یہاں سے چلی جائیں گی تو تم یہاں کس کے پاس رہو گے؟ گھر میں تمہاری دیکھ بھال کے لئے کوئی نہیں ہو گا۔" سالار نے کہنا شروع کیا۔

"I can take care of myself" حمین نے باپ کی بات ختم ہونے پر کہا تھا۔ "میں اتنا چھوٹا نہیں ہوں بابا... میں اکیلا رہ سکتا ہوں۔ آپ مجھے بورڈنگ میں بھی رکھ سکتے ہیں یا پھر میں کسی relative کے پاس بھی رہ سکتا ہوں۔" اُس نے سالار کے سامنے ایک کے بعد ایک solutions رکھنا شروع کیا۔

"اُن میں سے ایک بھی option میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہے، تمہیں سب کے ساتھ پاکستان جانا ہے۔" سالار نے دوٹوک انداز میں اُس سے کہا۔

"آپ مجھ میں اور جبریل میں فرق کیوں کرتے ہیں بابا؟" اُس کے اگلے جملے نے سالار کا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔ اس نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے کا چہرہ دیکھا جس نے زندگی میں پہلی بار اُس سے ایسا سوال یا ایسی شکایت کی تھی۔

"فرق...؟ تم اس فرق کو define کر سکتے ہو؟" سالار پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا اُسے پانچ منٹ لگنے والے تھے زیادہ سے زیادہ اُسے سمجھانے میں اور اب جیسے یہ ایک پنیڈورہ باکس ہی کھلنے لگا تھا۔

http://Paksociety.com

"آپ جبریل کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔" اگلا تبصرہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ دیکھتے رہے پھر کچھ دیر بعد سالار نے اُس سے کہا۔

"اور میں اُسے کیوں بہتر سمجھتا ہوں؟" وہ جیسے اُس کے اس الزام کی بھی وضاحت چاہتا تھا۔

"کیوں کہ وہ حافظِ قرآن ہے... میں نہیں ہوں۔" بے حد روانی سے کہے گئے اس جملے نے سالار کو فریز کیا تھا... وہ واقعی پینڈورہ باکس ہی کھول بیٹھا تھا لیکن بہت غلط حوالے سے۔

وہ باغی نہیں تھا... نہ ہی بد تمیز نہ ہی بد لحاظ، لیکن وہ جو سوچتا اور محسوس کرتا تھا وہ کہہ دیتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار سالار کو لگا وہ سکندر عثمان تھا اور اپنے سامنے آن بیٹھا تھا... لاجواب... بے بس... تاریخ یقیناً اپنے آپ کو دہراتی تھی لیکن اپنی مرضی کے وقت پر۔

"تمہیں جبریل بُرا لگتا ہے؟" سالار نے بے حد مدہم آواز میں اُس سے پوچھا۔ "He is my only brother... مجھے وہ کیسے بُرا لگ سکتا ہے، لیکن مجھے آپ لوگوں کا یہ attitude اچھا نہیں لگتا..." حمین کو یہ شکایت کب سے ہونی شروع ہوئی تھی اُس کا اندازہ سالار کو نہیں ہوا۔ لیکن وہ اس وقت وہاں عجیب سی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔

"ایسا نہیں ہے حمین۔" اُس نے بالآخر حمین سے کہا وہ اپنے سلیپنگ سوٹ کے پاجامے کو گھٹنے سے رگڑ رہا تھا جیسے اُس میں سوراخ ہی کر دینا چاہتا ہو۔

"بابا... میں آجاؤں؟" وہ جبریل تھا جو دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا تھا... گفتگو کے عجیب مرحلے پر وہ اندر آیا تھا۔ سالار اور حمین دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر کچھ جزبز ہوئے تھے۔

"ہاں آجاؤ۔" سالار نے اُس سے کہا، وہ اندر آ کر حمین کے برابر میں صوفہ پر بیٹھ گیا پھر اُس نے ایک نظر حمین کو دیکھا جو اُس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا پھر اُس نے باپ سے کہا۔

http://Paksociety.com

"دادا کے پاس میں پاکستان چلا جاتا ہوں... میں زیادہ اچھے طریقے سے اُن کی دیکھ بھال کر سکوں گا" کمرے میں عجیب خاموشی چھائی تھی نہ سالار کچھ کہہ سکا، نہ حمین کچھ بول سکا تھا۔ اُن دونوں کی آواز زیادہ اونچی نہیں تھی لیکن جبریل پھر بھی یقیناً یہ گفتگو سُن کر ہی آیا تھا۔

"ممی اور حمین یہیں رہیں آپ کے پاس... میں اکیلے بھی اُن کو سنبھال سکتا ہوں۔" وہ ہمیشہ کی طرح مدھم مستحکم آواز میں کہہ رہا تھا۔

"پاکستان میں ویسے بھی میڈیسن کی تعلیم کے لئے کم وقت لگتا ہے۔ یونیورسٹی کا سال ضائع ہونے سے بھی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ اتنے آرام سے کہہ رہا تھا جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا... جبریل ایسا ہی تھا، کسی panic کے بغیر مسئلے کا حل نکالنے والا۔

"میں تم سے بعد میں بات کروں گا جبریل۔" سالار نے اُسے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"میں گھر میں سب سے بڑا ہوں بابا... میری ذمّہ داری سب سے زیادہ ہے... حمین کو آپ یہیں رہنے دیں اور مجھے جانے دیں... اور میں یہ سب بہت خوشی سے کہہ رہا ہوں، مجھے کوئی خفگی نہیں ہے۔" جبریل نے سالار کے ٹوکنے کے باوجود اُس سے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اُس کے کمرے سے جانے کے بعد بھی سالار اور حمین خاموش ہی بیٹھے رہے تھے وہ بے حد awkward صورت حال تھی جس کا سامنا ان دونوں نے چند لمحے پہلے کیا تھا۔

"میرے اور امامہ کے لئے تم میں اور جبریل میں کوئی فرق نہیں... اُسے قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے عزت دیتے ہیں لیکن تم تینوں پر اُسے برتری نہیں دیتے اس لئے یہ کبھی مت سمجھنا کہ ہم دونوں تم چاروں میں کوئی تفریق کریں گے۔" سالار نے بہت لمبی خاموشی کے بعد اُس سے کہنا شروع کیا تھا۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

"تمہارے دادا میری ذمّہ داری ہیں اور میرا خیال تھا میں اپنی ذمّہ داری تمہارے اور جبریل کے ساتھ بانٹ سکتا تھا... اس لئے یہ کوشش کی... لیکن تم پر زبردستی نہیں کروں گا میں... تم نہیں جانا چاہتے، مت جاؤ۔"

سالار اُس سے کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا، حمین وہیں بیٹھا رہا... سر جھکائے... خاموش... سوچتے ہوئے۔

******

"I hope you are not upset with me" جبریل سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا پڑھ رہا تھا جب اُس نے کمرے کا دروازہ کھلتے اور حمین کو اندر آتے دیکھا۔ دونوں کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا پھر جبریل دوبارہ اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ حمین بستر پر جا کر لیٹا اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے بالآخر اُسے مخاطب کیا تھا۔

"Upset?" جبریل نے پلٹ کر اُسے کچھ حیرانی سے دیکھا تھا "کیوں؟" حمین اُٹھ کر بیٹھ گیا بڑے محتاط انداز میں اُس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تم نے ہماری باتیں سُنی تھیں؟" وہ کچھ بھی کہنے سے پہلے جیسے تصدیق چاہتا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے جبریل اُسے دیکھتا رہا، پھر اُس نے سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں" حمین کے تاثرات بدلے۔ ہلکی شرمندگی نے اُسے جیسے کچھ اور defensive کیا تھا۔

"اسی لئے پوچھ رہا تھا تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو نا؟" حمین نے اب اپنے جملے کو ذرا سا بدلا۔ "نہیں" جبریل نے اُسی انداز میں کہا۔ حمین اپنے بستر سے اُٹھ کر اُس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ "لیکن مجھے مایوسی ضرور ہوئی۔" جبریل نے اُس کے قریب آنے پر جیسے اپنے جملے کو مکمّل کیا۔ حمین اب سٹڈی ٹیبل سے پشت ٹکائے کھڑا تھا۔

I didn't mean that... "تم میرے بھائی ہو اور میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں... Trust me I have nothing against you..." حمین نے جیسے اُسے صفائی دینے کی کوشش کی۔

http://Paksociety.com

"I know it....'' جبریل نے نرمی سے اُسے ٹوکا اور اُس کا بازو ہلکے سے تھپتھپایا "لیکن تمہیں بابا سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی'' He must...have been shocked... جبریل اب اُسے سمجھا رہا تھا۔ "تم واقعی سمجھتے ہو کہ وہ مجھے تم سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں... فرق کرتے ہیں؟" وہ اُس سے کہہ رہا تھا "جبکہ مجھے لگتا تھا وہ تمہیں زیادہ importance دیتے ہیں۔" جبریل نے جواباً اُسے کہا تھا... "کافی سال ایسے ہی لگتا رہا..." جبریل نے جیسے بات ادھوری چھوڑی، حمین نے کچھ تجسس سے کریدا "پھر؟" "پھر میں بڑا ہو گیا۔" وہ مسکرایا تھا...And I realized...'' کہ ایسا نہیں ہے۔" وہ کہہ رہا تھا "کچھ qualities کو وہ مجھ میں زیادہ پسند کرتے ہیں کچھ تم میں، لیکن انہوں نے ہم دونوں میں کبھی فرق نہیں کیا، اگر کیا بھی ہو گا تو اُس کی کوئی وجہ ہو گی۔" وہ اُس کا بڑا بھائی تھا اور بڑے بھائی ہی کی طرح اُسے سمجھا رہا تھا۔ حمین خاموشی سے بات سُن رہا تھا۔ جب اُس نے بات ختم کی تو حمین نے اُس سے کہا۔

"میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی یونیورسٹی چھوڑ کر پاکستان جاؤ... میں اتنا selfish نہیں ہوں..." وہ جیسے اُسے صفائی دینے کی کوشش کر رہا تھا "I just want to stay here" اُس نے جبریل سے کہا تھا۔

"تمہیں کوئی selfish سمجھ بھی نہیں رہا حمین... تمہاری چوائس کی بات ہے اور بابا اس لئے تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کیوں کہ تم چھوٹے ہو اور یہاں تم اکیلے نہیں رہ سکتے... بابا بہت بزی ہیں، کئی بار کئی کئی دن گھر نہیں آپاتے... تم اکیلے کیسے رہو گے اُن کے ساتھ... صرف اس لئے تمہیں پاکستان بھیجنا چاہتے تھے وہ..." اُس نے جبریل کی بات کاٹ دی اور بے حد ہلکی لیکن مستحکم آواز میں اُس سے کہا۔

I don't want you to go to Pakistan...'' تمہاری سٹڈیز متاثر ہوں گی... میں چلا جاؤں گا... حالانکہ میں خوش نہیں ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میں سب کو ناراض کر کے یہاں stay نہیں کر سکتا۔" وہ کہتے ہوئے اپنے بستر کی طرف چلا گیا۔ جبریل کو لگا وہ کچھ اُلجھا ہوا تھا... جبریل اُسے لیٹتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اُس نے حمین سے کہا۔

"چند سالوں کی بات ہے حمین... پھر بابا تمہیں

بھی واپس امریکہ بلالیں گے You can pursue your dreams جبریل نے جیسے اُسے تسلّی دینے کی کوشش کی۔

"I don't dream much..." اُس نے جواباً چادر اپنے اوپر کھینچتے ہوئے کہا تھا... جبریل اُسے دیکھ کر رہ گیا... حمین کے دماغ میں کیا تھا اُسے بوجھنا بڑا مشکل تھا، صرف دوسروں کے لئے ہی نہیں، شاید اُس کے اپنے لئے بھی۔

جبریل ایک بار پھر اپنی سٹڈی ٹیبل پر پڑھنے بیٹھ گیا تھا وہ اُس ویک اینڈ پر گھر آیا ہوا تھا اب اُسے کل پھر واپس جانا تھا، اُس کا اگلا سمسٹر شروع ہونے والا تھا۔

"Who will stay with Baba?" کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے اُس کا ہاتھ رُک گیا... جبریل نے پلٹ کر ایک بار پھر بستر پر لیٹتے ہوئے حمین کو دیکھا، اُس نے تقریباً دس منٹ بعد اُسے مخاطب کیا تھا جب وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سو چکا تھا۔ اور اُس کے سوال نے کسی کرنٹ کی طرح اُسے جیسے حمین کی سوچ تک رسائی دی تھی۔ وہ واقعی بے حد گہرا تھا... یہ MIT نہیں تھی... امریکہ نہیں تھا... جو حمین کو واپس جانے سے کھینچ رہا تھا... یہ سالار سکندر کی بیماری تھی جس نے حمین کو اُسے اکیلا چھوڑ دینے پر متوحش کیا تھا۔

وہ وہاں باپ کے پاس رُکنا چاہتا تھا... بغیر اُسے یہ بتائے کہ وہ اُس کی وجہ سے وہاں رہنا چاہتا تھا... کیوں کہ وہ اُس کے بارے میں فکر مند تھا... بالکل اُسی طرح جیسے سالار سکندر اپنے باپ کے بارے میں فکر مند تھا، لیکن اُسے یہ بتانا نہیں چاہتا تھا...

"تم بابا کی وجہ سے رُکنا چاہتے ہو؟" جبریل نے جیسے اُس کا راز افشا کر دیا تھا۔ حمین کے چادر سے ڈھکے وجود میں حرکت ہوئی... شاید اپنے دل کا بھید یوں فاش ہو جانے کی توقع نہیں تھی اُسے... لیکن اُس نے جواب نہیں تھا... اُس نے چادر بھی اپنے چہرے سے نہیں ہٹائی... جبریل پھر بھی اُسے دیکھتا رہا۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

http://Paksociety.com

حمین سکندر ایک خرگوش کی طرح سُرنگیں بنانے کا ماہر تھا...پلک جھپکنے میں کیا کیا کھود کر کہاں سے کہاں پہنچنے کا شوقین...وہ پلک جھپکتے میں دل سے نکلتا تھا وہ لحہ بھر میں دل میں واپس آنکلتا تھا۔

جبریل سکندر اپنے اُس چھوٹے بھائی کو دیکھتا رہا جس کی اُسے اکثر سمجھ نہیں آتی تھی اور جب آتی تھی تو اُسے اپنی سمجھ بوجھ پر شک ہونے لگتا تھا۔

******

"تم سب لوگ جارہے ہو؟" بار بار پوچھنے اور اس کا جواب عنایہ سے ہاں میں ملنے کے باوجود ایرک کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ ممکن تھا اور کبھی ہو سکتا تھا۔

"لیکن کیوں؟" اگلا سوال کرنے کا خیال اُسے بڑی دیر بعد آیا تھا حالانکہ عنایہ اُس سوال سے پہلے اس کا بھی جواب دے چکی تھی۔

"بابا چاہتے ہیں ہم کچھ سال دادا دادی کے پاس رہیں...وہ اکیلے ہیں پاکستان میں۔" عنایہ سے ہمیشہ کی طرح بڑے تحمل سے اس کے اس سوال کا جواب ایک بار پھر دہرایا۔

"چند سال؟ کتنے سال؟" ایرک بے حد ڈسٹر بڈ تھا۔ "پتہ نہیں..." عنایہ نے جواب دیا اور اُسے واقعی اس سوال کا جواب نہیں پتہ تھا۔

"لیکن یہ گھر کیوں چھوڑ رہے ہو تم لوگ؟ تمہارے فادر اور جبرل تو نہیں جا رہے؟" ایرک نے اُسی انداز میں کہا تھا۔

"بابا نیویارک شفٹ ہو رہے ہیں جبریل ویسے

ہی یونیورسٹی میں ہے۔۔۔ اتنا بڑا گھر ہماری ضرورت نہیں رہا اب۔" عنایہ نے دہرایا۔

"لیکن تم پریشان مت ہو۔۔۔ ہم لوگ امریکہ تو آتے جاتے رہیں گے۔۔۔ اور تم پاکستان آسکتے ہو۔۔۔ جب بھی تمہارا دل چاہے۔" عنایہ کو اندازہ تھا اُس کی اپنی فیملی کے ساتھ جذباتی وابستگی کا۔۔۔ وہ اُن کے بغیر اکیلا رہ جانے والا تھا۔

وہ دونوں اس وقت سکول کے گراؤنڈ کے ایک بینچ پر بریک کے دوران بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ ایرک نے اُس کی باتوں کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا تھا، وہ بس خاموش بیٹھا رہا تھا یوں جیسے اُس shock کو digest کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو عنایہ کے انکشاف نے اُسے دیا تھا۔

"کیا میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتا؟" ایک لمبی خاموشی کے بعد ایرک نے بالآخر اُس سے کہا۔ سوال نے عنایہ کو مشکل میں ڈال دیا۔ جواب وہ جانتی تھی لیکن دے نہیں سکتی تھی۔

"تمہاری ممّی اور فیملی کو تمہاری ضرورت ہے، تم اُنہیں چھوڑ کر ہمارے ساتھ کیسے جا سکتے ہو؟" عنایہ نے اپنے انکار کو بے حد مناسب الفاظ میں اُس تک پہنچایا تھا۔

"ممّی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔ میں اُن سے اجازت لے سکتا ہوں۔۔۔ کیا تم لوگ مجھے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو؟" ایک اور سوال آیا۔۔۔ عنایہ ایک بار پھر وہیں کھڑی ہو گئی۔

"ایرک میں نہیں جانتی۔۔۔ میں ممّی اور بابا سے پوچھ سکتی ہوں لیکن اپنی فیملی کو اس طرح چھوڑ کر ایک دوسری فیملی کے ساتھ جانا ٹھیک نہیں ہے۔" عنایہ نے کہا تھا۔ وہ 13 سال کی تھی اُسے بڑوں کی طرح نہیں سمجھا سکتی تھی پھر بھی اُس نے کوشش کی تھی۔

ایرک اُس کی بات پر خاموش رہا پھر اُس نے کہا

http://Paksociety.com

"چند سالوں تک میں ویسے ہی یونیورسٹی چلا جاؤں گا...گھر سے تو ویسے بھی جانا ہی ہو گا مجھے۔" اُس نے سوچ سمجھے بغیر کہا۔

"پھر تو اور بھی ضروری ہے کہ یہ وقت تم اپنی فیملی کے ساتھ گزارو۔" عنایہ نے اُسی نرم لہجے میں کہا۔

"میں اپنے آپ کو تمہاری فیملی کا حصّہ سمجھتا ہوں، کیا تم لوگ ایسا نہیں سمجھتے؟" ایرک نے جواباً اُس سے کہا اور جیسے پھر سے اُسے مشکل میں ڈالا۔

"میں ممّی سے بات کروں گی ایرک۔" عنایہ نے اس argument سے نکلنے کے لئے جیسے ایک حل تلاش کیا۔

"اگر تم لوگ چلے گئے تو میرا گھر ایک بار پھر سے ٹوٹ جائے گا۔" ایرک نے اُس سے کہا "میرے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی جہاں میں جا سکوں۔" اُس نے جیسے منّت والے انداز میں کہا تھا یوں جیسے یہ سب عنایہ کے ہاتھ میں تھا، وہ چاہتی تو سب کچھ رک جاتا۔

عنایہ کا دل بُری طرح پسیجا تھا۔

"ایسے مت کہو ایرک... دور جانے سے یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ تمہارے ساتھ ہمارا تعلق بھی ختم ہو جائے گا، ہم لوگ ملتے رہیں گے...بات بھی کریں گے Emails بھی... چھٹیوں میں تم ہمارے پاس پاکستان آ سکتے ہو... اور ہم یہاں امریکہ...کچھ بھی ختم ہونے نہیں جا رہا۔" عنایہ نے اُسے تسلّی دینے کی کوشش کی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایرک ٹھیک کہہ رہا تھا... فاصلہ دیو ہوتا ہے، سارے تعلق کھا جاتا ہے... پیار کا، دل کا، دوستی کا، رشتوں کا۔

"اگر وہ سب نہیں رک سکتے تو تم رُک جاؤ۔" ایرک نے یک دم اُس سے کہا، وہ بُری طرح گڑبڑائی۔

"میں کیسے رُک سکتی ہوں...پہلے ہی حمین ضد

کر رہا ہے...اور اُس کی بات کوئی نہیں مان رہا اور مجھے تو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے... میں ممّی کی help کرنا چاہتی ہوں دادا دادی کا خیال رکھنے میں۔" اُس نے ایرک سے کہا تھا، وہ بے اختیار اُس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن رُک گیا۔ اتنے سال عنایہ کے ساتھ پڑھنے اُس کے ساتھ دوستی اور تقریباً ہر روز اُس کے گھر جانے کے باوجود اُن کے درمیان ایسی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ اُسے کچھ بھی کہہ دیتا یا کہہ سکتا۔ عنایہ سکندر کا وہ رکھ رکھاؤ ماں باپ کی طرف سے genes میں آیا تھا یا خاندانی تربیت تھی، لیکن یہ جس بھی وجہ سے تھا اس نے عنایہ سکندر

کو ہمیشہ اپنی کلاس کے لڑکوں کے لئے enigmatic رکھا تھا اور ایرک کے لئے fantasy... وہ جس معاشرے میں پل بڑھ رہے تھے وہاں

"I love you" ہیلو ہائے جیسی چیز بن کر رہ گئی تھی... کوئی بھی کسی سے بھی کبھی بھی کہہ سکتا تھا اور سننے کے لئے تیّار رہتا تھا۔ نہ یہ بُری چیز سمجھی جاتی تھی نہ بُرا بنا دینے والی چیز... اس کے باوجود ایرک کو جھجھک تھی اُسے لگتا تھا وہ اگر کبھی عنایہ سے اپنی محبّت کا اظہار اس طرح کرے گا تو وہ ناراض ہو جائے گی اور پھر شاید اس گھر میں اُس کا داخلہ ہی بند ہو جائے گا۔ اور پھر اس نے امامہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایسی کوئی بات عنایہ سے نہیں کہے گا جب تک وہ بڑا نہیں ہو جاتا، زندگی میں کچھ بن نہیں جاتا... اور ایرک اب اچانک اپنے آپ کو ایک مخمصے میں پا رہا تھا... وہ اب جا رہی تھی... شاید ہمیشہ کے لئے... اور پتہ نہیں وہ لوگ دوبارہ کبھی مل بھی پاتے تھے یا نہیں تو کیا اُسے اُس سے کہنا چاہیے تھا وہ سب جو وہ عنایہ کے لئے دل میں محسوس کرتا تھا... یا ایسے ہی خاموش رہنا چاہیے تھا۔

اُس دن پہلی بار عنایہ کے حوالے سے ایرک بُری طرح پریشان ہوا تھا... اُسے یہ نہیں لگ رہا تھا کہ وہ جا رہی تھی، اُسے لگ رہا تھا وہ اُسے کھونے والا تھا... اور اُس کے پاس اس مسئلے کا کوئی حل فوری طور پر سمجھ نہیں آ رہا تھا اور جو حل وہاں بیٹھے بیٹھے ایرک کا بالآخر سمجھ آیا تھا... وہ کس قدر بے وقوفانہ تھا اس کا اُسے اندازہ بھی نہیں تھا۔

******

"I want to marry your daughter" یہ اُس دو صفحوں پر مشتمل خط کی ہیڈ لائن تھی جو سالار کو ایرک کی طرف سے ملا تھا اور سالار نے بے حد خاموشی کے عالم میں اُس خط کو پڑھا تھا۔ وہ شاکڈ ہوا تھا اس لئے نہیں کہ وہ ایرک کی طرف سے ایسے کسی خط کی توقع نہیں کر رہا تھا بلکہ اس لئے کیوں کہ اُس نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ عنایہ اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ کوئی اُس کے حوالے سے اُس سے ایسی بات بھی کر سکتا تھا... وہ اس معاملے میں روایتی ہی تھا جسے ابھی بھی اپنی بیٹی بہت چھوٹی لگ رہی تھی۔

امامہ اُسے چائے دینے بیڈ روم میں آئی تھی جب اُس نے ڈاک چیک کرتے سالار کو ایک کاغذ ہاتھ میں لئے سوچوں میں گُم دیکھا۔ وہ چائے کا کپ رکھ کر جانے لگی تھی جب سالار نے اُسے روک لیا اور وہ خط اُسے تھما دیا۔ امامہ نے کچھ اُلجھے انداز میں اُس خط کو پکڑا تھا لیکن پہلی ہیڈنگ پر نظر ڈالتے ہی اُس کا دماغ جیسے بھک سے اُڑ گیا تھا... دوسری لائن پر نظر ڈالے بغیر بھی وہ جانتی تھی وہ کون ہو سکتا تھا، غصّے کی ایک لہر اُس کے اندر اتر آئی تھی اور سُرخ چہرے کے ساتھ اُس نے سالار سے کہا "ایرک؟"

سالار نے سر ہلاتے ہوئے چائے کا سپ لیا اور اُسے کہا "سارا لیٹر پڑھو۔" امامہ نے لیٹر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا "اسے پڑھے بغیر بھی میں جانتی ہوں اُس نے کیا لکھا ہو گا۔" وہ پھر بھی خط پڑھ رہی تھی۔ سالار چونکا تھا "تم سے بات کی ہے اُس نے پہلے؟" "نہیں میں پھر بھی جانتی ہوں" امامہ نے بالآخر خط ختم کرتے ہوئے اُسے تہہ کر کے سالار کی طرف بڑھایا۔ وہ بہت خفا لگ رہی تھی۔

خط میں ایرک نے حتی المقدور بے حد مناسب انداز میں سالار سکندر سے عنایہ کے لئے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا... وہ اُس سے کس قدر محبت کرتا تھا اور کیوں اُس کے لئے عنایہ کا ساتھ ضروری تھا... پھر اُس نے سالار کو بتایا تھا کہ وہ اُس کے لئے کیا کیا کر سکتا تھا اور عنایہ کو وہ کتنا خوش رکھے گا۔

http://Paksociety.com

وہ خط اُس کی اپنی بیٹی کے حوالے سے نہ لکھا گیا

ہوتا تو سالار اُس خط کو پڑھ کر محفوظ ہوتا، ہنستا اور شاید ایرک سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا لیکن وہ اُس کی اپنی بیٹی کے حوالے سے تھا... بچگانہ ہوتے ہوئے بھی issue بچگانہ نہیں رہا تھا۔

"عنایہ پسند کرتی ہے ایرک کو؟" جو پہلا خیال سالار کے ذہن میں آیا تھا وہ اب یہ آیا تھا۔

"تم کیسی باتیں کرتے ہو سالار... عنایہ بے چاری کو پتہ تک نہیں ہوگا کہ یہ کیا خیالی پلاؤ پکا رہا ہے... اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھ سے کہتی... ایرک ایک فیملی فرینڈ ہے، بوائے فرینڈ نہیں ہے۔" امامہ نے بے حد ناگواری سے اُس کے سوال کو بالکل رد کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ ضروری نہیں ہے امامہ کہ ہمیں اپنی اولاد کے دل کی ہر بات پتہ ہو۔" امامہ نے اُس کی بات کاٹ دی اور کہا "مجھے ہے" وہ ہنس پڑا "میں دن رات اُن کے ساتھ رہتی ہوں سالار... تم نہیں رہتے... تم باپ ہو اولاد کو اور طرح جانتے ہو، میں ماں ہوں اُن کو اور طرح دیکھتی ہوں۔" اُس نے سالار کے ہنسنے پر جیسے وضاحت کی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اس کے باوجود یہ ضروری نہیں ہے کہ 24 گھنٹے بھی اگر اولاد کو نظروں کے سامنے رکھا جائے تو اُن کے دلوں کو بھی دیکھا جاسکے۔ میں خوش فہمیاں اور غلط فہمیاں دونوں ہی نہیں پالتا امامہ... باپ ہوں اس لئے rational ہو کر سوچ رہا ہوں... ماں کی طرح جذباتی ہو کر نہیں۔" امامہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئی، وہ ٹھیک کہہ رہا تھا، وہ دونوں کئی سالوں سے اکٹھے تھے اُسے یہ خوش گمانی نہیں ہونی چاہیے تھی کہ عنایہ کو ایرک کی پسندیدگی کے بارے میں بالکل ہی اندازہ نہیں ہوگا۔ اُس کا دل چاہتا تھا نہ ہو... لیکن سالار دماغ کی بات کہہ رہا تھا۔

"میں عنایہ سے پوچھ لوں گی۔" اُس نے یک دم کہا "کیا؟" سالار چائے پیتے پیتے رکا "ایرک کے حوالے سے... اس خط کے حوالے سے... لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیسے اُس سے..." وہ عجیب طرح سے اُلجھ کر رکی "She is just a kid" سالار اُس کی بات پر ہنستا "ہاں یہ خط پڑھتے ہوئے میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ کوئی میری بیٹی کے بارے میں اس

http://Paksociety.com

طرح سوچ بھی کیسے سکتا ہے... She is just

kida... لیکن یہ زندگی ہے اور ہم امریکہ میں رہ رہے ہیں جہاں آٹھ نو سال کے بچے بچیاں بھی بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کے concept سے واقف ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی کچھ زیادہ realistic ہو کر اس صورت حال کو دیکھنا پڑے گا... تم ابھی عنایہ سے بات مت کرو... مجھے ایرک سے بات کرنے دو۔" سالار نے جیسے اُس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک حل نکالا۔

"اور اُس سے مل کر تم کیا کرو گے؟" امامہ کو جیسے یہ حل پسند نہیں آیا تھا" اسی حوالے سے گفتگو کروں گا... اُسے سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ یہ سب کتنا بچگانہ ہے اور کیوں ممکن نہیں ہے۔" سالار نے جواباً کہا۔

"دو تین سال پہلے بھی ایرک نے ایسی ہی بات کی تھی عنایہ کے بارے میں... تب بھی میں نے اُسے سمجھایا تھا کہ ایسا

نہیں ہو سکتا، وہ مسلمان نہیں ہے اور بے حد چھوٹا ہے لیکن میں کچھ سختی سے منع اس لئے نہیں کر سکی تھی اُسے کیوں کہ اُس وقت وہ اپنے باپ کی موت کی وجہ سے بہت اپ سیٹ تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی وہ اور اپ سیٹ ہو۔" امامہ نے سالار کو پہلی بار ایرک کے ساتھ ہونے والی وہ گفتگو دہرائی تھی۔

سالار اُس کی بات پر جیسے حیران ہوا" تم نے کیا کہا تھا تب اُسے؟"

"میں نے اُس سے کہا کہ وہ ابھی صرف اپنی تعلیم پر توجہ دے اور مجھ سے وعدہ کرے کہ وہ عنایہ سے اس بارے میں بات نہیں کرے گا جب تک وہ اپنی تعلیم مکمل نہیں کر لیتا۔" امامہ نے اُسے بتایا۔

"And he agreed?" سالار نے جواباً اس سے پوچھا۔ امامہ نے سر ہلا دیا" اُس نے عنایہ سے کبھی کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی ورنہ وہ مجھے ضرور بتاتی۔" امامہ نے کہا۔

"اسی لئے اس نے خط میں ریفرنس دیا ہوا تھا کہ

وعدے کے مطابق میں عنایہ کے بجائے آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں... اور میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کس وعدے کا ریفرنس دے رہا ہے۔" سالار پہلی بار amused نظر آیا تھا۔ امامہ کے چہرے پر اب بھی سنجیدگی تھی۔

"میرا خیال ہے اب مجھے اس سے ضرور ملنا چاہیے، یہ ساری صورت حال بے حد دلچسپ ہے۔" سالار نے کہا اور امامہ نے بُرا منایا۔

"کیا دلچسپی ہے اس صورت حال میں؟ تمہیں زندگی میں ہمیشہ weird لوگ اور weird situations ہی اچھی لگی ہیں۔" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم... تم سے میری شادی اس کا ثبوت ہے... اور دیکھو یہ کتنی اچھی رہی ہے ہم دونوں کے لئے" وہ اُسے tease کر رہا تھا... اپنی اُس wit لئے جو اُس کا خاصہ تھی۔

زندگی کے اتنے سال ساتھ گزارنے کے باوجود وہ آج بھی اُسے لاجواب کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس کا مظاہرہ کرتا رہتا تھا۔

"تم ایرک سے مل کر کیا کرنا چاہتے ہو؟" امامہ نے اُس کے تبصرے کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"بات چیت کرنا چاہتا ہوں، اُس کی sincerity دیکھنا چاہتا ہوں اُس پروپوزل کے حوالے سے۔"

وہ ہول کر رہ گئی تھی "کیا مطلب ہے تمہارا سالار؟ تم ایک تیرہ سال کے بچے کے پروپوزل کی بات کر رہے ہو... ایک غیر مسلم کی... اور تم اپنی بیٹی کے لئے اسے consider کرنے کی بات کر رہے ہو؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے نا؟ یہ مذاق نہیں ہے..." امامہ نے بے حد خفا ہو کر اُس سے کہا تھا۔

http://Paksociety.com

"ہاں میں جانتا ہوں یہ مذاق نہیں ہے۔ وہ تیرہ سال کا بچّہ ہے، یہ میں بھی جانتا ہوں... غیر مسلم ہے، یہ بھی میں جانتا ہوں... لیکن وہ تیرہ سال کا بچّہ اگر دس گیارہ سال کی عمر میں بھی یہی پروپوزل دیتا ہے اور اپنے وعدے کی پاسداری کر رہا ہے تو پھر میں اُسے غیر سنجیدگی سے نہیں لے سکتا۔" سالار اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔ امامہ بے یقینی سے اُس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تم عنایہ کے لئے اُسے consider نہیں کر سکتے... Don't tell me کہ تم ایسا کر رہے ہو؟"

"میں صرف اُس ایک option کو دیکھ رہا ہوں جو زندگی میں پہلی بار میری بیٹی کے حوالے سے آیا ہے۔" سالار نے جواباً کہا تھا۔

"سالار میں کسی غیر مسلم کا option اپنی بیٹی کے لئے consider نہیں کروں گی۔" امامہ نے دوٹوک انداز میں اُس سے کہا "مذاق میں بھی نہیں۔" سالار نے اُس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی غیر مسلم کا option میں بھی consider نہیں کروں گا لیکن کسی ایسے غیر مسلم کا ایسا ضرور کروں گا جو مسلمان ہونے کی خواہش اور ارادہ رکھتا ہو۔" اُس نے بھی اُسی انداز میں کہا۔

"میں اُس option کو بھی consider نہیں کروں گی... میں نہ idealistic ہوں نہ ہی fantasies پر یقین رکھتی ہوں، میں اپنی بیٹی کو کسی مشکل صورت حال میں نہیں ڈالوں گی، ایسے کسی ممکنہ رشتے کے ذریعہ۔" امامہ نے اُس کی بات کے جواب میں کہا۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

"ہم رسک دوسروں کے لئے لے سکتے ہیں،

دوسروں کی نصیحتیں بھی کر سکتے ہیں اور دوسروں کو ایسے بڑے کاموں پر اکسا بھی سکتے ہیں اور اُن کی حوصلہ افزائی بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ سب چیزیں اپنے بچوں کے لئے ہم نہیں چاہ سکتے۔" وہ کہتی گئی تھی۔

"میں نے تم سے شادی کر کے ایک رسک لیا تھا امامہ... مجھے بھی بہت روکا گیا تھا... بہت سارے وہم میرے دل میں بھی ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی... دُنیا میں لوگ ایسے رسک لیتے ہیں، لینے پڑتے ہیں..." سالار نے جواباً اُس سے جو کہا تھا اُس نے امامہ کی زبان سے سارے لفظ چھین کر اُسے جیسے گونگا کر دیا تھا... وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن اُسے ایرک کے ساتھ اپنا موازنہ اور اس انداز میں اچھا نہیں لگا تھا۔

"ایرک اور مجھ میں بہت فرق ہے... مذہب میں فرق ہو گا، لیکن کلچر میں نہیں... ہم ہمسائے تھے ایک جیسے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے... بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔" وہ اپنے دفاع میں پر جوش دلائل دیتے دیتے یک دم اپنا جوش کھوتی چلی گئی، اُسے یک دم اندازہ ہوا تھا کہ اپنے دماغ میں دیا جانے والا اُس کا ہر argument اُس کے اور ایرک کے درمیان موجود مماثلت کو مزید ثابت کر رہا تھا۔

"میں ایرک کے option پر غور نہیں کر رہا... عبد اللہ کے option پر کر رہا ہوں... 13 سال کی عمر میں میں اپنی بیٹی کی کسی سے شادی نہیں کروں گا لیکن اگر 13 سال کی عمر میں بھی میری بیٹی کی وجہ سے کوئی میرے دین کی طرف راغب

ہو رہا ہے تو میں صرف اس لئے اسے shut up call نہیں دوں گا کہ یہ میری غیرت اور معاشرتی روایات پر ضرب کے برابر ہے... مجھے معاشرے کو نہیں، اللہ کو منہ دکھانا ہے۔" سالار نے جیسے ختم کرنے والے انداز میں بات کی تھی۔ امامہ قائل ہوئی یا نہیں، لیکن خاموش ہو گئی تھی، اُس کی بات غلط نہیں تھی لیکن سالار کی بھی درست تھی، وہ دونوں اپنے perspecitve سے سوچ رہے تھے اور دوسرے کے perspective کو بھی سمجھ رہے تھے۔ وہ پہلا موقع تھا جب امامہ نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ پاکستان جا رہے تھے اور عنایہ اور ایرک ایک دوسرے سے دور ہو جاتے تو اس کے

http://Paksociety.com

خیال میں ایرک کے سر سے عنایہ کا بھوت بھی

اُتر جاتا۔ سالار کے برعکس وہ اب بھی یہ ماننے پر تیّار نہیں تھی کہ ایرک کی اسلام اور عنایہ میں دلچسپی lasting ہو سکتی تھی۔ اُسے یقین تھا 13 سال کو وہ بچہ 24-25 سال کا ہوتے ہوئے زندگی کے بہت سارے نشیب و فراز سے گزرتا اور زندگی کی رنگینیوں سے بھی متعارف ہوتا پھر سالار سکندر کا خاندان اور اُس خاندان کی ایک لڑکی عنایہ سکندر ایرک عبداللہ کو کہاں یاد رہتی اور اتنی یاد کہ وہ اُس کے لئے اپنا مذہب چھوڑ کر اُس کے پیچھے آتا... امامہ اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزار تھی کہ وہ سب کچھ one sided تھا اگر عنایہ اس کا حصہ ہوتی تو اُس کی پریشانی اس سے سوا ہوتی۔

******

"ممی ایرک ہمارے ساتھ پاکستان جانا چاہتا ہے۔" کچن میں کام کرتی امامہ ٹھٹھک گئی۔ عنایہ اُس کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹا رہی تھی جب اُس کے ساتھ کام کرتے کرتے اُس نے اچانک امامہ سے کہا تھا۔ امامہ نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ عنایہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی، وہ ڈش واشر میں برتن رکھ رہی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے ایرک نے تمہارے پاپا کو خط لکھا ہے۔" امامہ نے کُریدنے والے انداز میں یک دم عنایہ سے کہا۔ وہ کچھ گلاس رکھتے ہوئے چونکی اور ماں کو دیکھنے لگی، پھر اُس نے کہا۔

"اُس نے پاپا سے بھی یہی بات کی ہو گی... وہ بہت اپ سیٹ ہے چند دنوں سے... ہر روز مجھے request کر رہا ہے کہ یا تو اُس کو بھی ساتھ لے جاؤں یا پھر خود بھی یہی رہ جاؤں۔" اُس کی بیٹی نے بے حد سادگی سے اُس سے کہا تھا۔ وہ اب دوبارہ برتن رکھنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

امامہ اپنے جس خدشے کی تصدیق کرنا چاہ رہی تھی، اُس کی تصدیق نہ ہونے پر اُس نے جیسے شکر کیا تھا... وہ خط کے مندرجات سے واقف نہیں تھی۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

"مجھے ایرک پر ترس آتا ہے۔" عنایہ نے ڈش واشر بند کرتے ہوئے ماں سے کہا۔ امامہ نے کچن کیبنٹ بند کرتے ہوئے ایک بار پھر اُسے دیکھا، عنایہ کے چہرے پر ہمدردی تھی اور ہمدردی کے علاوہ اور کوئی تاثر نہیں تھا اور اس وقت امامہ کو اُس ہمدردی سے بھی ڈر لگا تھا۔

"کیوں ترس آتا ہے؟" امامہ نے کہا "کیوں کہ وہ بہت اکیلا ہے۔" عنایہ نے جواباً کہا "خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اُس کی فیملی ہے... ممی بہن بھائی دوست... پھر اکیلا کہاں سے۔" "لیکن ممی وہ اُن سب سے اُس طرح close تو نہیں ہے جس طرح ہم سے ہے۔" عنایہ نے اُسے defend کیا "تو یہ اُس کا قصور ہے، وہ گھر میں سب سے بڑا ہے، اُسے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خود خیال رکھنا چاہیے۔" امامہ نے جیسے ایرک کو قصوروار ٹھہرانے کی کوشش کی۔

"اگر جبریل اپنی فیملی کے بجائے کسی دوسرے کی فیملی کے ساتھ اس طرح attach ہو کر یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ اکیلا ہے تو تمہیں کیسا لگے گا؟" امامہ نے جیسے اُسے ایک بے حد مشکل equation حل کرنے کے لئے دے دی تھی۔ عنایہ کچھ دیر کے لئے واقعی ہی بول نہیں پائی پھر اُس نے بے حد مدہم آواز میں کہا۔

"ممّی ہر ایک جبریل کی طرح خوش قسمت نہیں ہوتا۔" امامہ کو اُس کا جملہ عجیب طرح سے چبھا، اُس کی بیٹی نے شاید زندگی میں پہلی بار کسی دوسرے شخص کے بارے میں اپنی ماں کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے جیسے اُسے defend کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کوشش نے امامہ کو پریشان کیا تھا۔

"ایرک چھوٹا بچہ نہیں ہے عنایہ!" امامہ نے کچھ تیز آواز میں اُس سے کہا۔

"وہ 13 سال کا ہے..." اُس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ عنایہ نے حیران ہو کر ماں کا چہرہ دیکھا نہ اُسے اور نہ ہی خود امامہ کو سمجھ آئی تھی کہ اس جملے کا مطلب کیا تھا۔ واحد چیز جو عنایہ اخذ کر پائی تھی وہ یہ تھی کہ اُس کی ماں کو اس وقت ایرک کا تذکرہ اور اُس کی زبان سے تذکرہ اچھا نہیں لگا تھا لیکن یہ بھی حیران کن بات تھی کیوں کہ ایرک کا ذکر اُن کے گھر میں اکثر ہوتا تھا۔

"ممّی کیا میں ایرک کا خط پڑھ سکتی ہوں؟" غیر متوقع طور پر عنایہ نے فرمائش کی تھی، جبکہ امامہ سمجھ رہی تھی وہ اب گفتگو کا موضوع بدل دے گی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" امامہ نے حتمی انداز میں کہا، وہ اب اس موضوع کو شروع کر دینے پر پچھتا رہی تھی۔

"حمین نے پڑھا ہو گا وہ خط۔ ایرک اُسے ایک خط پڑھا رہا تھا... میرا خیال ہے یہ وہی خط ہو گا۔"

عنایہ نے کچن سے نکلتے ہوئے اُس کے اوپر جیسے بجلی گرائی تھی... "حمین نے؟" امامہ کو یقین نہیں آیا۔

"ہاں... میں نے ایرک اور اُسے بیٹھے کوئی کاغذ پڑھتے دیکھا تھا... میرا خیال ہے یہ خط ہی ہو گا کیوں کہ ایرک ہر کام اُس سے پوچھ کر کر رہا ہے آج کل... But I am not sure" عنایہ نے اپنے ہی اندازے کے بارے میں خود ہی بے یقینی کا اظہار کیا۔

"ہر شیطانی کام کے پیچھے حمین ہی کیوں نکلتا ہے آخر؟" امامہ نے دانت پیستے ہوئے سوچا تھا، وہ اس وقت یہ بھی بھول گئی تھی کہ اُسے کچن میں کیا کام کرنا تھا... اُسے اب یقین تھا کہ ایرک کو اس خط کا مشورہ دینے والا حمین ہی ہو سکتا تھا۔

******

اور امامہ کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔ وہ خط ایرک نے لکھا تھا اور حمین نے اُسے ایڈٹ کیا تھا۔ اُس نے اُس خط کے ڈرافٹ میں کچھ جذباتی جملوں کا اضافہ کیا تھا اور کچھ حد سے زیادہ جذباتی جملوں کو حذف کیا تھا۔

ایرک اُس کے پاس ایک خط کا ڈرافٹ لایا تھا... یہ بتائے بغیر کہ وہ خط وہ سالار سکندر کے نام لکھنا چاہتا تھا، اُس نے حمین سے مدد کی درخواست کی تھی کہ وہ ایک مسلم گرل فرینڈ کو پرپوز کرنا چاہتا تھا اور اُس کے باپ کو خط لکھنا چاہتا تھا۔ حمین

نے جواباً اسے مبارک باد دی تھی۔ ایرک نے

اُس سے کہا تھا کہ کیوں کہ وہ مسلم کلچر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اس لئے اُسے اُس کی مدد درکار تھی، اور حمین نے وہ مدد فراہم کی تھی۔

محمد حمین سکندر نے Muslim sensitivities کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُس کے لیٹر کو redraft کیا تھا اور ایرک نے نہ صرف اُس کا شکریہ ادا کیا تھا بلکہ جب سالار سکندر نے اُسے ملاقات کی دعوت دی تو اُس نے حمین کو اس بارے میں بھی مطلع کیا تھا۔ حمین کی excitement کی کوئی حد نہیں تھی... اُس کا دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ ایرک کا یہ راز سب سے کہہ دے، لیکن اُس نے ایرک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس راز کو کسی سے نہیں کہے گا۔ عنایہ نے ایک آدھ دن اُس گٹھ جوڑ کے بارے میں اُسے کریدنے کی کوشش کی تو بھی اُس نے صرف یہ کہا تھا کہ وہ ایک ضروری لیٹر لکھنے میں ایرک کی مدد کر رہا تھا، لیکن خط کس کے نام تھا اور اُس میں کیا لکھا جا رہا تھا عنایہ کے کُریدنے پر بھی حمین نے یہ راز نہیں اُگلا تھا۔

"مجھے پتہ ہے ایرک نے وہ خط کس کے لئے لکھوایا تھا۔" عنایہ امامہ کے پاس سے ہو کر سیدھا حمین کے پاس پہنچی تھی۔ وہ اُس وقت اپنے کمرے میں کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیلنے میں مصروف تھا اور عنایہ کے اس تبصرے پر اُس نے بے اختیار دانت پیستے ہوئے کہا "مجھے پہلے ہی پتہ تھا وہ کوئی راز نہیں رکھ سکتا۔ مجھے کہہ رہا تھا کسی کو نہ بتاؤں خاص طور پر تمہیں... اور اب خود تمہیں بتا دیا اُس نے۔" حمین خفا تھا، اُس کا اندازہ یہی تھا کہ یہ راز ایرک نے خود ہی فاش کیا ہو گا۔

"ایرک نے مجھے نہیں بتایا... مجھے تو ممّی نے بتایا ہے۔" اس بار حمین گیم کھیلنا بھول گیا تھا، اُس کے ہیرو نے اُس کے سامنے اونچی چٹان سے چھلانگ لگائی اور وہ اُسے سمندر میں گرنے سے نہیں بچا پایا... کچھ ویسا ہی حال اُس نے اپنا بھی اس وقت محسوس کیا تھا... ایک دن پہلے ہی اس کے اور ممّی کے تعلقات میں پاکستان جانے کے فیصلے نے پھر سے گرم جوشی پیدا کی تھی اور اب یہ انکشاف۔

"ممّی نے کیا بتایا ہے؟" حمین کے منہ سے ایسے آواز نکلی جیسے اُس نے کوئی بھوت دیکھا تھا۔

http://Paksociety.com

"ممّی نے بتایا کہ ایرک نے پاپا کو کوئی خط لکھا

ہے اور مجھے فوراً خیال آیا کہ جو خط تم پڑھ رہے تھے، وہ وہی ہو سکتا ہے۔" عنایہ روانی میں بتا رہی تھی اور حمین کے دماغ میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے... کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہونا اس وقت اُس پر مصداق ثابت ہوتا۔ ایسی کون سی مسلم گرل فرینڈ بن گئی تھی یک دم ایرک کی جس کے باپ کو خط لکھوانے کے لئے اس کی ضرورت پڑتی جبکہ 24 گھنٹے وہ اگر کسی کے گھر بھی آتا تھا تو وہ خود ان ہی کا گھر تھا پھر اُس کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آئی یا وہ excitement میں اتنا ہی اندھا ہو گیا تھا کہ اُس نے یہ سوچ لیا کہ ایرک کبھی عنایہ کے حوالے سے ایسا کچھ نہیں سوچ سکتا... حمین اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا... اور ملامت بڑا چھوٹا لفظ تھا اُن الفاظ کے لئے جو وہ اُس وقت اپنے اور ایرک کے لئے استعمال کر رہا تھا۔

"تم بول کیوں نہیں رہے؟" عنایہ کو اُس کی خاموشی کھٹکی تھی۔ "میں نے سوچا ہے میں اب کم بولوں اور زیادہ سوچوں۔" حمین نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے اُس تک وہ خبر پہنچائی جس پر اُسے یقین نہیں آیا۔

"Keep dreaming" اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کو tease کرنے والے انداز میں کہا۔

"ممّی نے تمہیں بتایا اُس خط میں کیا ہے؟" حمین اس وقت گلے گلے اس دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔

"نہیں لیکن میں نے انہیں بتایا کہ یہ خط حمین کی مدد سے لکھا گیا ہو گا، میں اُس سے پوچھ لوں گی... اُس خط میں کیا لکھا تھا ایرک نے پاپا کو؟" عنایہ اب اُس سے پوچھ رہی تھی۔ حمین بے اختیار کراہا تھا... وہ مصیبت کو دعوت نہیں دیتا تھا... مصیبت خود آ کر اُس کے گلے کا ہار بن جاتی تھی۔

******

ایرک کو سالار نے خود دروازے پر ریسیو کیا تھا وہ ویک اینڈ تھا اور اس وقت اُن کے بچے سائیکلنگ کے لئے نکلے ہوئے تھے... گھر پر صرف امامہ اور سالار تھے۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

"یہ آپ کے لئے!" ایرک نے اپنے ایک ہاتھ

میں پکڑے چند پھول جو گلدستے کی شکل میں بندھے ہوئے تھے اُس کی طرف بڑھا دیے۔ سالار نے ایک نظر اُن پھولوں پر ڈالی، اُسے یقین تھا اُس میں سے کچھ خود اُس ہی کے لان سے لئے گئے تھے لیکن اُس نے اسے نظر انداز کیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔" اُس نے اُسے اندر لاتے ہوئے شکریہ کے بعد کہا۔ ایرک فارمل میٹنگ کے لئے آیا تھا اور آج پہلی بار سالار نے اُسے فارمل گیٹ اپ میں دیکھا تھا۔

"بیٹھو" سالار نے اُسے وہیں لاؤنج میں ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔ ایرک بیٹھ گیا۔ سالار اُس کے بالمقابل بیٹھا اور اُس کے بعد اُس نے ٹیبل پر پڑا ایک لفافہ کھولا۔ ایرک نے پہلی بار غور کیا، وہ اُسی کا خط تھا اور سالار اب اُس خط کو دوبارہ کھولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ایرک بے اختیار نروس ہوا تھا۔ خط لکھ بھیجنا اور بات تھی اور اب اُسی خط کو اپنے اُس بندے کے ہاتھ میں دیکھنا جس کے نام وہ لکھا گیا تھا، دوسری۔

سالار نے ایک ڈیڑھ منٹ لیا پھر اُس خط کو ختم کرتے ہوئے ایرک کو دیکھا۔ ایرک نے نظریں ہٹالیں۔

"کیا عنایہ کو پتہ ہے تمہاری اس خواہش کے بارے میں؟" سالار نے بے حد ڈائریکٹ سوال کیا تھا۔

"میں نے مسز سالار سے وعدہ کیا تھا کہ میں عنایہ سے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کروں گا اس لئے میں نے آپ کو خط لکھا" ایرک نے جواباً کہا، سالار نے سر ہلایا اور پھر کہا۔

"اور یہ واحد وجہ ہے جس کی وجہ سے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے، تمہارا خط پھاڑ کر نہیں پھینکا... تم وعدہ کر کے نبھا سکتے ہو، یہ بہت اچھی کوالٹی ہے۔"

http://Paksociety.com

سالار سنجیدہ تھا اور اُس نے بے حد بے دھڑک

انداز میں کہا تھا۔ ایرک کی تعریف کی تھی، لیکن اُس کے لہجے اور چہرے کی سنجیدگی نے ایرک کو خائف کیا تھا۔

"تو تم عنایہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" سالار نے اُس خط کو اب واپس میز پر رکھ دیا تھا اور اُس کی نظریں ایرک پر جمی ہوئی تھیں۔ ایرک نے سر ہلایا۔

"تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تم مذہب بدلنے پر تیّار ہو کیوں کہ تم جانتے ہو کہ کسی غیر مسلم لڑکے سے کسی مسلم لڑکی کی شادی نہیں ہو سکتی۔" سالار نے مزید کہا۔ ایرک نے پھر سر ہلایا۔

"پہلی بات یہ ایرک کہ صرف شادی کی نیّت کر کے مذہب بدل لینا بہت چھوٹی بات ہے... ہمارا دین اس کی اجازت دیتا ہے، اسے بہت پسند نہیں کرتا۔" سالار نے کہا۔

"تمہارے پاس مسلمان ہونے کے لئے میری بیٹی سے شادی کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے؟" سالار نے اُسی انداز میں اُس سے اگلا سوال کیا تھا۔ ایرک خاموش بیٹھا اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"مذہب کی تبدیلی ایک بہت بڑا فیصلہ ہے اور یہ نفس کی کسی خواہش کی وجہ سے نہیں ہونا چاہیے، عقل کا فیصلہ ہونا چاہیے... کیا تمہاری عقل تمہیں یہ کہتی ہے کہ تمہیں مسلمان بن کر اپنی زندگی اللہ کے احکامات کے مطابق گزارنی چاہیے؟" اُس نے ایرک سے پوچھا، وہ گڑبڑایا۔

"میں نے اس پر سوچا نہیں" "میرا بھی یہی اندازہ ہے کہ تم نے اس پر سوچا نہیں... اس لئے بہتر ہے پہلے تم اس پر اچھی طرح سوچو۔" سالار نے جواباً اس سے کہا۔

"میں کل پھر آؤں؟" ایرک نے اُس سے کہا "نہیں تم ابھی کچھ سال اس پر سوچو... کہ تمہیں مسلمان کیوں بننا ہے، اور اُس کی وجہ عنایہ نہیں ہونی چاہیے۔" سالار نے اُس سے کہا۔

"میں ویسے بھی عنایہ کی شادی "صرف

مسلمان" سے نہیں کروں گا، مسلمان ہونے کے ساتھ اُسے ایک اچھا انسان بھی ہونا چاہیے۔" اُس نے کہا۔

ایرک کے چہرے پر یک دم مایوسی اُبھری۔

"یعنی آپ میرا پروپوزل قبول نہیں کر رہے؟" اُس نے سالار سے کہا۔

"فوری طور پر نہیں، لیکن تقریباً دس سال بعد جب مجھے عنایہ کی شادی کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنا ہو گا تو میں تمہیں ضرور consider کروں گا... لیکن اس کے لئے ضروری ہے ان دس سالوں میں تم ایک اچھے مسلمان کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان بن کر بھی رہو۔" سالار نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"Can you guide me to this?" ایرک نے یک دم کہا۔ سالار چند لمحے خاموش رہا، وہ اُسی ایک چیز سے بچنا چاہتا تھا، اسی ایک چیز کو avoid کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب ایرک نے اُس سے بالکل direct مدد مانگ لی تھی۔

"ہاں ہم سب تمہاری مدد کر سکتے ہیں، لیکن اُس کے لئے رشتہ جوڑنا ضروری نہیں ہے ایرک! ہم انسانیت کے رشتے کی بنیاد پر بھی تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" سالار نے بالآخر جواباً کہا۔

"13 سال کی عمر میں سکول میں پڑھتے ہوئے تم شادی کرنا چاہتے ہو اور تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ شادی ذمہ داریوں کا دوسرا نام ہے۔ تم اپنی فیملی کی ذمّہ داریوں سے بھاگتے ہوئے ایک اور فیملی بنانے کی کوشش کر رہے ہو... تم اس فیملی کی ذمّہ داری کیسے اُٹھاؤ گے؟ مذہب بدل کر ایک دوسرے مذہب میں داخل ہونا اُس سے بھی بڑا کام ہے، کیا تمہارے پاس اتنا وقت اور passion ہے کہ تم اپنے اس نئے مذہب کو سمجھو، پڑھو اور اُس پر عمل کرو؟... کیا تم اُن پابندیوں سے واقف ہو جو یہ نیا مذہب تم پر لگائے گا...؟" سالار اب اُس پر جرح کر رہا تھا۔

http://Paksociety.com

"میں قرآن پاک کو ترجمے سے پڑھ چکا ہوں،

میں پہلے ہی سب چیزیں جانتا ہوں اور میں عمل کر سکتا ہوں۔" ایرک بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرتے ہیں دس سال کا ایک معاہدہ کرتے ہیں... اگر 23 سال کی عمر میں تمہیں لگا کہ تمہیں عنایہ سے ہی شادی کرنی ہے تو پھر میں عنایہ سے تمہاری شادی کر دوں گا... شرط یہ ہے کہ ان دس سالوں میں تم کو ایک اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان کے طور پر بھی نظر آنا چاہیے۔" سالار نے ایک اور بالکل سادہ کاغذ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت لمبی مدّت ہے۔" ایرک نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں لیکن یہ وہ مدّت ہے جس میں مجھے تمہارے فیصلے تمہاری sincerity کو ظاہر کریں گے، تمہارے بچگانہ پن کو نہیں۔" سالار نے جواباً اس سے کہا۔ وہ سالار کو دیکھتا رہا بے حد خاموشی سے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے... پھر اُس نے کہا۔

"مسٹر سالار سکندر آپ مجھ پر دراصل اعتبار نہیں کر رہے۔" اس نے بے حد blunt ہو کر سالار سے کہا۔

"اگر کر رہے ہوتے تو مجھ سے دس سال کے انتظار کا نہ کہتے لیکن ٹھیک ہے، آپ اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔" اُس نے کہا، میز پر پڑا ایک قلم اُٹھایا وہاں پڑے سادے کاغذ کے بالکل نیچے اپنا نام لکھا، اپنے دستخط کئے اور تاریخ ڈالی پھر قلم بند کر کے واپس میز پر اُس کاغذ کے اوپر رکھ دیا۔

"میں عنایہ سے متاثر نہیں ہوا، میں آپ اور آپ کے گھر سے متاثر ہوا... آپ کی بیوی کی نرم مزاجی اور آپ کی اصول پسندی سے... اُن values سے جو آپ نے اپنے بچوں کو دی ہیں... اور اس ماحول سے جہاں میں ہمیشہ آ کر اپنا آپ بھول جاتا تھا... وہ مذہب یقیناً اچھا مذہب ہے جس کے پیروکار آپ لوگوں جیسے ہوں... میں عنایہ کے ساتھ ایک ایسا ہی گھر بنانا چاہتا تھا کیوں کہ میں بھی اپنی اور اپنے بچوں کے لئے ایسی زندگی چاہتا ہوں... میں جانتا تھا آپ لوگوں کے خاندان کا

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

حصّہ بننا اتنا آسان نہیں ہو گا... لیکن میں

کوشش کرتا رہوں گا... کیوں کہ کوشش تو آپ کا مذہب ہی کرنے کو کہتا ہے، جواب میرا مذہب بھی ہو گا۔"

وہ کسی تیرہ سال کے بچّے کے الفاظ نہیں تھے اور وہ اتنے جذباتیت سے بھرپور بھی نہیں تھے جیسا اُس کا خط تھا، لیکن اُس کے باوجود اُس کے اُن جملوں نے صرف سالار کو نہیں امامہ کو بھی بُری طرح متاثر کیا تھا... وہ چند لمحے پہلے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی اور اُس نے صرف ایرک کے جملے سنے تھے... ایرک اب اُٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا... اُس نے امامہ کو بھی دیکھا اور اُسے ہمیشہ کی طرح سلام کیا، پھر خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔ لاؤنج میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیرونی دروازے کے بند ہونے کی آواز پر امامہ آگے بڑھ آئی تھی، اُس نے لاؤنج کی سینٹر ٹیبل پر پڑا وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا جس پر ایرک دستخط کر کے گیا تھا، اُس کاغذ پر صرف ایک نام تھا... عبداللہ... اور اُس کے نیچے دستخط اور تاریخ۔

امامہ نے سالار کو دیکھا، اُس نے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذ امامہ کے ہاتھ سے لیا، اُسے فولڈ کر کے اُسی لفافے میں ڈالا جس میں ایرک کا خط تھا اور پھر اُسے امامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دوبارہ آئے گا اور اگر میں نہ بھی ہوا اور یہ اپنے وعدے پر پورا اترا تو تم بھی اُس وعدے پر پورا اُترنا جو میں نے اُس سے کیا ہے۔ امامہ نے کپکپاتی انگلیوں سے کچھ بھی کہے بغیر وہ لفافہ پکڑا تھا۔

*****

عائشہ عابدین کو زندگی میں پہلی بار اگر کسی لڑکے سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا تھا، تو وہ جبریل سکندر تھا۔ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی اُس نے اپنی بڑی بہن نساء عابدین سے جبریل کے بارے میں اتنا کچھ سُن رکھا تھا کہ وہ ایک فہرست بنا سکتی تھی۔ نساء جبریل کی کلاس فیلو تھی اور اُس سے "شدید" متاثر اور مرعوب... اس کے باوجود کہ وہ خود ایک شاندار تعلیمی کیریئر رکھنے والی سٹوڈنٹ تھی۔

http://Paksociety.com

عائشہ فیس بک پر اپنی بہن کی وال پر اکثر جبریل کے comments پڑھتی تھی جو وہ اُس کی بہن کے status updates پر دیتا رہتا تھا... عائشہ بھی کئی بار ان updates پر تبصرہ کرنے والوں میں سے ہوتی تھی لیکن جبریل سکندر کی wit کا مقابلہ وہاں کوئی بھی نہیں کر پاتا تھا، اُس کے comments نساء عابدین کی وال پر بالکل الگ چمکتے نظر آتے تھے اور جب وہ کسی وجہ سے وہاں تبصرہ نہیں کر پاتا تو کئی بار اُس کے کلاس فیلوز کے تبصروں کی لمبی قطار کے بیچ میں جبریل کی خاموشی اور غیر حاضری کو بُری طرح miss کیا جاتا اور ان miss کرنے والوں میں سرفہرست عائشہ عابدین تھی جسے خود بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ جبریل کے comments پڑھتے پڑھتے بے حد addictive ہو گئی تھی۔

نساء کے ساتھ جبریل کی مختلف فنکشنز اور سرگرمیوں میں اکثر بہت ساری گروپ فوٹوز نظر آتی تھیں لیکن عائشہ کو ہمیشہ جبریل کی فیملی کے بارے میں curiosity تھی... وہ سالار سکندر سے واقف تھی کیوں کہ اُس کا تعارف نساء نے ہی کروایا تھا، لیکن اُس کی فیملی کے باقی افراد کو دیکھنے کا اُسے بے حد اشتیاق تھا اور یہی اشتیاق اُسے بار بار جبریل کی فرینڈز لسٹ میں نہ ہونے کے باوجود اُس کی تصویروں کو کھوجنے کے لئے مجبور کرتا تھا، جہاں اُسے رسائی حاصل تھی... کچھ تصویریں وہ دیکھ سکتی تھی... کچھ وہ نہیں دیکھ سکتی تھی... لیکن ان تصویروں میں جن تک اُسے رسائی حاصل تھی اُن میں جبریل کی فیملی کی تصاویر نہیں تھیں۔

جبریل بھی غائبانہ طور پر عائشہ سے واقف تھا، اور اس تعارف کی وجہ فیس بک پر نساء کے status updates پر ہونے والے تبصروں میں اُن کا حصہ لینا تھا اور نساء نے اپنی وال پر جبریل کو اپنی بہن سے متعارف کروایا تھا۔ وہ غائبانہ تعارف بس اتنا ہی رہا تھا کیوں کہ جبریل نے کبھی اُس کی ID کھوجنے کی کوشش نہیں کی اور عائشہ کی اپنی وال پر تصویریں بہت کم تھیں، اُس سے بھی زیادہ کم وہ لوگ تھے جنہیں اُس نے اپنی contact list میں add کیا ہوا تھا... نساء کے برعکس اُس کا حلقہ احباب بے حد محدود تھا، اور اُس کی کوشش بھی یہی رہتی تھی کہ وہ اُسے اتنا ہی محدود رکھے۔

عائشہ کو جبریل کے بارے میں ہمیشہ یہ غلط فہمی رہی کہ وہ نساء میں انٹرسٹڈ تھا اور اس تاثر کی بنیادی وجہ خود نساء تھی جو اس بات کو ایڈمٹ کرنے میں کبھی تامّل نہیں کرتی تھی کہ عمر میں اُس سے چھوٹا ہونے کے باوجود وہ جبریل کو پسند

http://Paksociety.com

کرتی تھی... ایک دوست کے طور پر جبریل کی اُس سے بے تکلفی تھی، ویسی ہی بے تکلّفی جیسی اُس کی اپنی دوسری کلاس فیلوز سے بھی تھی اور نساء نے کبھی اس بے تکلّفی کو misinterpret نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ جبریل لڑکیوں کے ساتھ بے تکلّفی اور دوستی میں بھی بہت ساری حدود و قیود رکھتا تھا اور بے حد محتاط تھا۔ نساء عمر میں اُس سے چار سال بڑی تھی... وہ اپنے قد کاٹھ اور maturity دونوں سے پندرہ سولہ سال کا نہیں لگتا تھا اور نساء یہ بھی جانتی تھی۔ یونیورسٹی میں اتنا وقت گزار لینے کے باوجود جبریل ابھی تک گرل فرینڈ نامی کسی بھی چیز کے بغیر تھا، تو ایسے حالات میں سالار سکندر کی اُس لائق اولاد پر قسمت آزمائی کرنے کے لئے کوئی بھی تیّار ہو سکتا تھا... صرف نساء ہی نہیں۔

عائشہ عابدین ان سب چیزوں سے واقف تھی... نساء کی جبریل میں دلچسپی اُن کے گھر میں ایک اوپن سیکرٹ تھا لیکن ان دونوں کے future کے حوالے سے نہ تو اُن کو کوئی assurance تھی نہ ہی کسی اور کو... نساء ذہانت اور قابلیت سے متاثر ہونے والوں میں سے تھی اور جبریل سکندر وہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے اُسے متاثر کیا تھا، مگر فی الحال یہ جبریل ہی تھا جس کا ذکر وہ کرتی رہتی تھی۔

عائشہ عابدین ایک passive observer کی طرح یہ سب کچھ دیکھتی آ رہی تھی اور جب تک وہ جبریل سے ملی، وہ اُس سے پہلے ہی بہت متاثر تھی۔

یونیورسٹی کے ایک فنکشن میں وہ پہلی بار جبریل سے بالآخر ملنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ نساء کو اندازہ نہیں تھا کہ عائشہ صرف جبریل سے ملنے کے لئے اُس کے ساتھ یونیورسٹی آنے پر تیّار ہوئی ہے، ورنہ وہ جب بھی امریکہ آتی اُن سب کی کوششوں کے باوجود اپنی مرضی کی جگہوں کے علاوہ کہیں نہیں جاتی تھی... یونیورسٹی میں ہونے والی کوئی تقریب تو وہ شاید کوئی آخری چیز تھی جس کے لئے عائشہ یونیورسٹی آئی اور نساء نے یہ بات جبریل سے اُسے متعارف کرواتے ہوئے کہہ بھی دی تھی۔

جبریل سکندر وہ پہلا لڑکا تھا جسے دیکھنے کا عائشہ عابدین کو اشتیاق ہوا تھا اور جبریل سکندر ہی وہ پہلا لڑکا تھا جسے عائشہ

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

عابدین اپنے ذہن سے نکالنے میں اگلے کئی سال تک کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔

تصویریں کبھی کبھار کسی شخص کی شخصیت اور وجاہت کو کیموفلاج کر دیتی ہیں... اور بہت اچھا کرتی ہیں۔ محمد جبریل سکندر charismatic تھا... خطرناک حد تک متاثر اور مرعوب کرنے والی شخصیت رکھتا تھا... 16 سال کی عمر میں بھی وہ تقریباً چھ فٹ قد کے ساتھ سالار سکندر کی گہری سیاہ آنکھیں اور اپنی ماں کے تیکھے نین نقوش اور بے حد بھاری آواز کے ساتھ ایک عجیب ٹھہراؤ کا منبع دِکھتا تھا... ایک بے حد casual ڈارک بلو جینز اور دھاری دار بلیک اینڈ وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس جبریل سکندر مسکراتے ہوئے پہلی بار عائشہ عابدین سے مخاطب ہوا تھا اور وہ بُری طرح نروس ہوئی تھی... وہ نروس ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن جبریل سے وہاں کھڑے صرف مخاطب ہونا بھی اُسے اُس کے پیروں سے ہلانے کے لئے کافی تھا۔ وہ صرف نساء ہی نہیں کسی بھی عمر کی کسی بھی لڑکی کو پاگل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ عائشہ عابدین نے دل ہی دل میں اعتراف کیا تھا۔

"کیوں؟ آپ کو اچھا نہیں لگتا امریکہ آکر گھومنا پھرنا؟" اُس نے نساء کے کسی تبصرے پر عائشہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں مجھے اچھا لگتا ہے، لیکن بہت زیادہ نہیں۔" وہ گڑبڑائی۔ اُس نے خود کو سنبھالا، پھر جبریل کے سوال کا جواب دیا جس کی آنکھیں اُسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ اب سینے پر بازو لپیٹے ہوئے تھا۔ وہ اُس کے جواب پر مسکرایا تھا پھر اُس نے نساء کو فنکشن کے بعد عائشہ کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ میں کافی کی دعوت دی تھی جو نساء نے قبول کر لی تھی، وہ دونوں اپنے کچھ دوستوں کا انتظار کرتے ہوئے گپ شپ میں مصروف ہو گئے تھے... عائشہ ایک بار پھر passive observer بن گئی تھی۔ نساء ایک بہت dominating لڑکی تھی اور گھر میں وہ ہر کام اپنی مرضی اور اپنے طریقے سے کروانے کی عادی تھی لیکن عائشہ نے نوٹس کیا تھا، نساء جبریل کے ساتھ اُس طرح نہیں کر رہی تھی۔ وہ اُس کی پوری بات سن کر کچھ کہتی اور اُس کی بہت سی باتوں سے اتفاق کر رہی تھی۔ ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے عائشہ عابدین کو وہ بے حد اچھے لگ رہے تھے... ایک پرفیکٹ کپل... جس پر اُسے رشک آرہا تھا اور جبریل سے اس طرح متاثر ہونے کے باوجود وہ

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com

اُسے نساء کی زندگی کے ساتھی کے طور پر ہی دیکھ رہی تھی... نساء کا taste اور چوائس ہر چیز میں اچھی اور منفرد تھی اور جبریل اُس کا ایک اور ثبوت ہے۔

فنکشن کے بعد وہ نساء اور جبریل کے کچھ دوستوں کے ساتھ ایک کیفے میں کافی پینے گئی تھی، یہ ایک اتفاق تھا یا خوش قسمتی کہ چھ لوگوں کے اُس گروپ میں جبریل اور عائشہ کی سیٹس ایک دوسرے کے ساتھ تھیں۔ نساء جبریل کے بالمقابل میز کے دوسری جانب تھی اور عائشہ کے دوسری طرف نساء کی ایک اور دوست سوزین۔

عائشہ عابدین کی nervousness اب اپنی انتہا کو تھی۔ وہ اُس کے اتنے قریب تھی کہ اُس کے پرفیوم کی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔ ٹیبل پر دھرے اُس کے ہاتھ کی کلائی میں بندھی گھڑی سے ڈائل پر ٹک ٹک کرتی سوئی دیکھ سکتی تھی لیکن اگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی تو وہ گردن موڑ کر اُسے اتنے قریب سے دیکھنا تھا... وہ غلط جگہ بیٹھ گئی تھی عائشہ عابدین کو مینیو دیکھتے ہوئے احساس ہوا تھا۔

جبریل میزبان تھا اور وہ سب ہی سے پوچھ رہا تھا، اُس نے عائشہ سے بھی پوچھا تھا۔ عائشہ کو مینیو کارڈ پر اُس وقت کچھ بھی لکھا نہیں دکھ رہا تھا۔ جو دکھ بھی رہا تھا وہ اس احساس سے غائب ہو گیا تھا کہ وہ گردن موڑ کر اُسے دیکھ رہا تھا۔

"جو سب لیں گے میں بھی لے لوں گی۔" عائشہ نے جیسے سب سے محفوظ حل تلاش کیا تھا، جبریل مسکرایا اور اُس نے اپنا اور اُس کا آرڈر ایک ہی جیسا نوٹ کروایا۔ وہ ایک ویجی ٹیبل پیزا تھا جسے اُس نے ڈرنکس کے ساتھ آرڈر کیا تھا اور بعد میں کافی کے ساتھ چاکلیٹ موز... نساء اپنا آرڈر پہلے دے چکی تھی اور باقی سب لوگ بھی اپنے آرڈر نوٹ کروا رہے تھے... ہیم برگر... شرمپس... turkey stuffed... یہ امریکن دوستوں کے آرڈرز تھے... نساء نے ایک Salmon Sandwich منگوایا تھا۔

"میں اس سال میڈیکل میں چلی جاؤں گی،

میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔" روٹین کی گفتگو کے دوران جبریل کے سوال پر یک دم اُس نے بتایا۔

"Fantastic!" اُس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ خود بھی میڈیسن میں ہی جا رہا تھا۔

وہ سب لوگ گفتگو میں مصروف تھے اور اس گفتگو میں اُس کی خاموشی کو جبریل ہی وقتاً فوقتاً ایک سوال سے توڑتا... وہ جیسے اُسے بوریت سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا یا پھر engage کرنے کی... اور عائشہ نے یہ چیز محسوس کی تھی۔ وہ جن ٹین ایجرز کو جانتی تھی، وہ اور طرح کے تھے... یہ اور طرح کا تھا۔

کھانا آنے پر وہ اُسی طرح گفتگو میں مصروف خود کھانے کے ساتھ ساتھ عائشہ کو بھی سرو کرتا رہا۔ یوں جیسے وہ روٹین میں یہ سب کرنے کا عادی رہا ہو۔

محمد جبریل سکندر سے ہونے والی وہ پہلی ملاقات اور اُس میں ہونے والی ایک ایک چیز عائشہ عابدین کے ذہن اور دل دونوں پر نقش ہو گئی تھیں۔

"جس بھی لڑکی کا یہ نصیب ہو گا، وہ بے حد خوش قسمت ہو گی۔" اُس نے سوچا تھا "کاش یہ نساء ہی کو مل جائے!" اُس نے بے حد دل سے خواہش اور دعا کی تھی۔ اُس عمر میں بھی اُس نے اپنی زندگی کے حوالے سے کچھ بھی سوچنا شروع نہیں کیا تھا۔ اگر کرتی تو جبریل وہ پہلا لڑکا ہوتا جس جیسے شخص کی خواہش وہ اپنے لئے بھی کرتی۔ جبریل نے اُس کے لاشعور کو اُس پہلی ملاقات میں اس طرح اثر انداز کیا تھا۔

"میں تمہارے لئے بہت دعا کر رہی ہوں نساء... کہ تمہاری شادی جبریل سے ہو جائے... جب بھی ہو... وہ بہت اچھا ہے۔" اس کیفے سے اُس شام گھر واپس آنے کے بعد عائشہ نے نساء سے کہا تھا۔ وہ جواباً ہنسی۔

http://Paksociety.com

"خیر ابھی شادی وغیرہ کا تو کوئی سین نہیں

ہو سکتا ہم دونوں کے لئے... وہ بہت young ہے اور مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے، لیکن مجھے وہ بہت پسند ہے... اور اگر کبھی بھی اُس نے مجھ سے کچھ کہا تو میں انکار نہیں کروں گی... کون انکار کر سکتا ہے جبریل کو۔" اپنے بیڈروم میں کپڑے تبدیل کرنے کے لئے نکالتے ہوئے نساء نے اُس سے کہا۔

"اُس کے ماں باپ نے بہت اچھی تربیت کی ہے اُس کی... تم نے دیکھا وہ کس طرح تمہیں توجہ دے رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں میں کبھی اپنے ساتھ کوئی guest لے کر گئی ہوں اور جبریل نے اُسے اس طرح attention نہ دی ہو۔" وہ کہتی چلی گئی۔ عائشہ کا دل عجیب انداز میں بُجھا... تو وہ توجہ سب ہی کے لئے ہوتی تھی اور عادت تھی، favor نہیں۔ اُس نے کچھ مایوسی سے سوچا "Fair enough"

"تمہیں پتہ ہے مجھے کیوں اچھا لگتا ہے وہ...؟" نساء اُس سے کہہ رہی تھی "وہ حافظِ قرآن ہے... بے حد practising ہے... کبھی تم اُس کی تلاوت سنو... لیکن اتنا مذہبی ہونے کے باوجود وہ بہت لبرل ہے... تنگ نظر نہیں ہے جیسے بہت سارے born Muslims new ہو جاتے ہیں... نہ ہی اس کو میں نے کبھی دوسروں کے حوالے سے judgemental پایا ہے... مجھے نہیں یاد کبھی اُس نے میرے یا کسی اور فی میل کلاس فیلو کے لباس کے حوالے سے کچھ کہا ہو... یا ویسے کسی کے بارے میں comment کیا ہو... Never"

نساء کہتی جا رہی تھی وہ لباس کے معاملے میں خاصی ماڈرن تھی اور اُسے یہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی اُس پر اس حوالے سے کوئی قدغن لگاتا اور جبریل میں اُسے یہ خوبی بھی نظر آ گئی تھی۔

عائشہ بالکل کسی سحر زدہ معمول کی طرح یہ سب سُن رہی تھی۔ نساء کے انکشافات نے جیسے عائشہ کے لئے اُس کی زندگی کے آئیڈیل لائف پارٹنر کی چیک لسٹ میں موجود اینٹریز کی تعداد بڑھا دی تھی۔

اُس رات عائشہ عابدین نے بڑی ہمّت کر کے

جبریل کو فرینڈ ریکویسٹ بھیجی تھی اور پھر کئی گھنٹے وہ اس انتظار میں رہی کہ وہ کب اُسے add کرتا ہے۔

وہ فجر کے وقت نمار کے لئے اُٹھی تھی اور اُس وقت نماز پڑھنے کے بعد اُس نے ایک بار پھر فیس بُک چیک کیا تھا اور خوشی کی ایک عجیب لہر اُس کے اندر سے گزری تھی، وہ add ہو چکی تھی...اور جو پہلی چیز عائشہ نے کی تھی، وہ اُس کی تصویروں میں اُس کی فیملی کی تصویروں کی تلاش تھی اور اُسے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔ اُس کے اکاؤنٹ میں اس کی فیملی

کی بہت ساری تصاویر تھیں... سالار سکندر کی... حجاب میں ملبوس امامہ کی...اُس کی ٹین ایجر بہن عنایہ کی... حمین کی...اور رئیسہ کی...جبریل کے انکلز اور کزنز کی جواُن کی فیملی کے برعکس بے حد ماڈرن نظر آرہے تھے لیکن اُن سب میں عجیب ہم آہنگی نظر آرہی تھی۔

وہ جبریل سکندر سے دوستی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ہمّت نہیں کر پائی تھی... لیکن وہ اور اُس کی فیملی یک دم جیسے اُس کے لئے ایک آئیڈیل فیملی کی شکل اختیار کر گئے تھے... ایسی فیملی جس کا وہ حصہ بننا چاہتی تھی... وہ اُس فیملی کا حصہ نہیں بن سکی تھی لیکن عائشہ عابدین کو احسن سعد اور اُس کی فیملی سے پہلی بار متعارف ہو کر بھی ایسا ہی لگا تھا کہ وہ جبریل سکندر جیسا خاندان تھا...اور احسن سعد جبریل سکندر جیسا مرد... قابل، باعمل مسلمان، حافظِ قرآن...

عائشہ عابدین نے جبریل سکندر کے دھوکے میں احسن سعد کو اپنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

******

اس کتاب کا پہلا باب اگلے نو ابواب سے مختلف تھا۔ اسے پڑھنے والا کوئی بھی شخص یہ فرق محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ پہلا باب اور اگلے نو ابواب ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ ایک شخص نے لکھے تھے بھی نہیں۔

http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com http://Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ جانتی تھی وہ اُس کی زندگی کی پہلی بددیانتی

تھی، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہی آخری بھی ہوگی۔ اس کتاب کا پہلا باب اس کے علاوہ اب اور کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اُس نے پہلا باب بدل دیا تھا۔

نم آنکھوں کے ساتھ اُس نے پرنٹ کمانڈ دی۔ پرنٹر برق رفتاری سے وہ پچاس صفحے نکالنے لگا جو اس کتاب کا ترمیم شدہ پہلا باب تھا۔

اُس نے ٹیبل پر پڑی ڈسک اُٹھائی اور بے حد تھکے ہوئے انداز میں اُس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اُس نے اسے دو ٹکڑوں میں توڑ ڈالا... پھر چند اور ٹکڑے... اپنی ہتھیلی پر پڑے ان ٹکڑوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اُس نے انہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔

ڈسک کا کور اُٹھا کر اُس نے زیرِلب اس پر لکھے چند لفظوں کو پڑھا، پھر چند لمحے پہلے لیپ ٹاپ سے نکالی ہوئی ڈسک اُس نے اس کور میں ڈال دی۔

پرنٹر تب تک اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔ اُس نے ٹرے میں سے ان صفحات کو نکال دیا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ اس نے اُنہیں ایک فائل کور میں رکھ کر اُنہیں دوسری فائل کورز کے ساتھ رکھ دیا جن میں اس کتاب کے باقی نو ابواب تھے۔

ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑے ہو کر اُس نے ایک آخری نظر اُس لیپ ٹاپ کی مدھم پڑتی سکرین پر ڈالی۔

سکرین تاریک ہونے سے پہلے اس پر ایک تحریر اُبھری تھی "Will be waiting!"

http://Paksociety.com

اُس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی یک دم چھلک

پڑی تھی۔ وہ مسکرا دی سکرین اب تاریک ہونے لگی۔ اُس نے پلٹ کر ایک نظر کمرے کو دیکھا پھر بیڈ کی طرف چلی آئی۔ ایک عجیب سی تھکن اُس کے وجود پر چھانے لگی تھی۔ اس کے وجود پر یا ہر چیز پر.....بیڈ پر بیٹھ کر چند لمحے اُس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی چیزوں پر نظر دوڑائی۔

وہ پتہ نہیں کب وہاں اپنی رسٹ واچ چھوڑ گیا تھا...شاید رات کو جب وہ وہاں تھا، وہ وضو کرنے گیا تھا۔ پھر شاید اُسے یاد ہی نہیں رہا تھا۔ وہ رسٹ واچ اٹھا کر اُسے دیکھنے لگی۔ سیکنڈز کی سوئی کبھی نہیں رُکتی، صرف منٹ اور گھنٹے ہیں جو رُکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سفر ختم ہوتا ہے... سفر شروع ہو جاتا ہے۔

بہت دیر تک اس گھڑی پر انگلیاں پھیرتی وہ جیسے اس کے لمس کو کھوجتی رہی۔ وہ لمس وہاں نہیں تھا۔ وہ اس کے گھر کی واحد گھڑی تھی جس کا ٹائم بالکل ٹھیک ہوتا تھا۔ صرف منٹ نہیں... سیکنڈز تک... کاملیت اس گھڑی میں نہیں تھی، اس شخص کے وجود میں تھی جس کے ہاتھ پر وہ ہوتی تھی۔

اُس نے آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے اس گھڑی کو دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ کمبل اپنے اوپر کھینچتے ہوئے وہ بستر پر لیٹ گئی۔ اُس نے لائٹ بند نہیں کی تھی۔ اُس نے دروازہ بھی مقفل نہیں کیا تھا۔ وہ اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ بعض دفعہ انتظار بہت "لمبا" ہوتا ہے... بعض دفعہ انتظار بہت مختصر ہوتا ہے۔

اُس کی آنکھوں میں نیند اُترنے لگی۔ وہ اسے نیند سمجھ رہی تھی...ہمیشہ کی طرح آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے وہ اُسے چاروں طرف پھونک رہی تھی۔ جب اُسے وہ یاد آیا۔ وہ اس وقت وہاں ہوتا تو اُس سے آیت الکرسی اپنے اوپر پھونکنے کی فرمائش کرتا۔

http://Paksociety.com

بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایک فوٹو فریم کو اُٹھا کر

اس نے بڑی نرمی کے ساتھ اُس پر پھونک ماری۔ پھر فریم کے شیشے پر جیسے کسی نظر نہ آنے والی گرد کو اپنی انگلیوں سے صاف کیا، چند لمحے تک وہ فریم میں اس ایک چہرے کو دیکھتی رہی پھر اُس نے اس کو دوبارہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ سب کچھ جیسے ایک بار پھر سے یاد آنے لگا تھا۔ اُس کا وجود ایک بار پھر سے ریت بننے لگا تھا۔ آنکھوں میں ایک بار پھر سے نمی آنے لگی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ آج "اُسے "بہت دیر ہوگئی تھی۔

امامہ نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی تھیں۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ سالار اُس کے برابر میں سو رہا تھا۔ اُس نے وال کلاک پر نظر ڈالی، رات کا آخری پہر تھا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی... عجیب خواب تھا...وہ کس کا انتظار کر رہی تھی اُسے خواب میں بھی سمجھ نہیں آیا تھا...کتاب کے وہ دس ابواب سالار کے تھے...وہ کتاب سالار ہی لکھ رہا تھا اور ابھی تک اُس کے نو ابواب لکھے جاچکے تھے... دسواں نہیں...وہ گھڑی بھی سالار کی تھی اور سالار نے حمین کی پچھلی برتھ ڈے پر اُس کی ضد

اور اصرار پر اُسے دی تھی اور اب وہ گھڑی حمین باندھتا تھا...اور اُس نے خواب میں اپنے آپ کو بوڑھا دیکھا تھا...وہ اُس کا مستقبل تھا...وہ کسی کو یاد کر رہی تھی کسی کے لئے اداس تھی، مگر کس کے لئے...اور وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی اور کوئی نہیں آرہا تھا... مگر کون...اور پھر وہ تحریر... Will be waiting...وہ خواب کی ایک ایک detail کو دہرا رہی تھی... ایک ایک جزئیات کو دہرا سکتی تھی۔

وہ بستر سے اُٹھ گئی، بے حد بے چینی کے عالم میں...اُن کی پیکنگ مکمّل ہوچکی تھی۔ وہ اس گھر میں اُن کی آخری رات تھی اُس کے بعد وہ اُن سب کے ساتھ پاکستان جانے والی تھی اور سالار اور جبریل کو وہیں رہ جانا تھا۔

http://Paksociety.com

ایک بار پھر سے اُس کا گھر ختم ہو جانا تھا... یہ

جیسے اُس کی زندگی کا ایک پیٹرن ہی بن گیا تھا... گھر بننا... گھر ختم ہونا... پھر بننا... پھر ختم ہونا... ایک عجیب ہجرت تھی جو ختم ہی نہیں ہوتی تھی اور اس ہجرت میں اپنے گھر کی وہ خواہش اور خواب پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا... وہ اُس رات اس طرح خواب سے جاگنے کے بعد بھی بہت اُداس تھی۔

پہلے وہ سالار کی بے انتہا مصروفیت کی وجہ سے اُس کے بغیر اپنے آپ کو رہنے کی عادی کر پائی تھی اور اب پاکستان چلے جانے کے بعد اُسے جبریل کے بغیر بھی رہنا تھا۔

وہ چلتے ہوئے کمرے میں موجود صوفہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس کے سر میں درد ہونے لگا تھا... اور صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اُسے ایک بار پھر اُس خواب کا خیال آنے لگا تھا... اُس خواب کے بارے میں سوچتے سوچتے وہ بُری طرح ٹھٹھکی... کتاب کے دس ابواب... اُس کی اُداسی... اُس کا بڑھاپا... کسی کو یاد کرنا۔

اُسے یاد آیا تھا اُس کتاب کا ہر باب سالار کی زندگی کے پانچ سالوں پر مشتمل تھا... ڈاکٹرز نے سالار کو سات سے دس سال کی زندگی کی مہلت دی تھی اور کتاب کا دسواں باب 50 سال کے بعد ختم ہو رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ)

http://Paksociety.com